مولانا ابوالکلام آزاد کے صنفی تصورات

(جاں نثار معین)

تعارف

مولانا ابوالکلام آزاد ایک شش جہات شخصیت کا نام ہے۔ وہ بیسویں صدی کے پہلے نصف میں برصغیر کے سیاسی اُفق پر چھائے رہے۔ اِن کی ادبی نگارشات یوں تو اوائل عمری میں ہی منصۂ شہود پر آنا شروع ہوگئی تھیں لیکن گردشِ شام وسحر نے ان سے اتنے اور ایسے کام لیے کہ جن کی تفصیل کے لیے باضابطہ طور پر دفتر درکار ہے۔ سیاست سے لے کر معاشرت تک اور ادب سے لے کر مذہب تک انہوں نے تقریباً ہر موضوع پر اپنے انفرادی اور مجتہدانہ انداز واسلوب میں خامہ فرسائی کی ہے۔ زیرِنظر مقالہ میں مقالہ نگار جاں نثار معین نے مولانا آزاد کے صنفی تصورات کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا ہے۔ انہوں نے شرح وبسط کے ساتھ آزاد کے مختلف متون کا تحقیقی وتجزیاتی مطالعہ پیش کرکے اپنی رائے قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔ خود آزاد کے اپنے گھر کی خواتین کے ساتھ کیسا برتاؤ رہا ہے اور اُن کی نظر میں آزاد کا مقام ومرتبہ کیا تھا، مقالہ نگار نے مستند حوالہ جات کے ساتھ ان تمام پہلوؤں پر باریک بینی سے روشنی ڈالی ہے۔ اس مقالے میں مغرب میں نام نہاد نسوانی آزادی پر بھی بھرپور بحث کی گئی ہے نیز اسلام کے نظریۂ نسواں پر جامع اور پُرمغز گفتگو کی گئی ہے اور ابوالکلام آزادؔ کے صنفی تصورات کو اسلامی عقائد اور اصولوں کے تحت پیش کیے گئے ہیں۔ مولانا آزاد کے خاندان کی عورتوں مثلاً فاطمہ بیگم تخلص آرزوؔ، حنیفہ بیگم تخلص آبروؔ، محمودہ بیگم (بہنیں)، زلیخا بیگم (بیوی) کے ساتھ ساتھ مقالہ نگار نے ہندستانی سیاست کی اُن مشہور و معروف خواتین کے ساتھ ساتھ اُردو ادب کی عہد ساز ادیباؤں کی خدمات کا بھی

جائزہ لیا ہے جو یا تو آزاد کی ہم عصر تھیں یا ان کے پس رو۔آزادیات اور تانیثیت سے دلچسپی رکھنے والے محققین کے لیے یہ مقالہ کئی اعتبار سے ثمر آور ہے۔جاں نثار معین نے جدید تحقیقی اصولوں کی پاسداری کرتے ہوئے معتبر اور مستند کتب اور رسائل و جرائد کے حوالوں سے اپنی بات رکھنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

اہم لفظیات: نسوانیت،خطابت، ابوالبلاغت، حیاتیات، سادہ لوحی، مغربیت، اسلامیات،مشرقی تہذیب وثقافت، مادّہ پرستی، زمانۂ جاہلیت،صنفی مساوات،انجمنِ خواتین،ہند، پدرانہ نظام۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بےنوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اس مقالہ میں مولانا آزاد کے صنفی تصورات کو تصدیق شدہ تجربات ومحسوسات،مشاہدات سے صنفی مساوات اور پردہ نشینی سے متعلق بکارآمد دلائل سے تمام افکار کو بالاجمال چند صفحوں پر تحریر کیا گیا ہے۔تاکہ قارئین کو معمولی غور سے ہی اجمالی فکر کا احاطہ کرنے میں آسانی ہو۔آج مغرب میں آزادی نسواں کی تحریک سے خواتین کو عہدہ ملا وشہرت ملی اور مطالعاتِ نسواں پر کثرت سے زور دیا جا رہا ہے۔پھر بھی یورپ میں عورت خاندانی نظامِ زندگی وسکون سے محروم ہو رہے حتیٰ کہ اپنا وجود بھی کھو رہی ہے۔

موجودہ دور میں صنف نازک کے نام پر نسائی فکر کو باقاعدہ سیاسی رنگ دے کر معذور طبقہ کی طرح تحفظّات کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔یہ مفروضے صنفی مساوات کے لیے رکھے گئے تھے لیکن یہ حقیقت میں قدرتی نظام ہے۔یہ ایک سچ ہے کہ مغرب نے خواتین کے ساتھ غیر مساویانہ رویہ روا رکھا جس کی بناء پر آج عورت پست ہو رہی ہے۔ مذکورہ چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے مولانا نے قرآن کی روشنی میں پرکھا ہے۔قدرت نے بنی نوع انسان کو اشرف المخلوقات بنا یا ہے۔اسی لیے انھوں نے غیر مفاہمانہ عقلیت پرستی کے بجائے انسانیت کو اپنایا۔قیاسی نظریات کے بجائے روایت

کے ساتھ جدیدیت کا امتزاج پیش کیا۔جس میں دونوں صنف بالکل مساوی ہیں۔

مولانا آزاد کے خیال میں عورت قدرت کی مایہ ناز کاریگری ہے۔جونوع انسانی کی بقاء،حفاظت،تربیت اورتوانائی بہم پہنچانے میں معاون ہیں۔بالخصوص حمل،وضع حمل اوررضاعت وتربیت کے فرائض۔یہ ایام عورت کے لیے نہایت ہی صبر آزماں ہوتاہے۔اس میں حد درجہ احتیاط اورطبی سہولیات کی ضرورت پڑتی ہے۔جس کی تفصیل مندرجہ ذیل زمروں پر منحصر ہیں:

۱۔ **مدتِ حمل:** عورت کا نازک دور ہوتا ہےاسی لیے گھریلو یا دیگر فرائض ادا کرنے کے قابل نہیں ہوتی،اس کا جنین نہایت ہی ضعیف ہوتا ہے،اسکی زندگی وموت کا دارومدار محض ماں کی احتیاط اور حفاظت پر منحصر ہوتا ہے۔

۲۔ **وضعِ حمل:** اس دوران عورت نہایت ہی ضعف وآلام میں مبتلا ہوتی ہے۔دردزہ کے اثرات طویل عرصہ تک باقی رہتی ہے۔بعض امراض تو زندگی کا حصہ بن جاتے ہیں۔جس سے ہزاروں جانیں تلف بھی ہوجاتی ہیں۔

۳۔ **رضاعت:** یہ ایام مذکورہ بالاایام سے زیادہ نازک ہوتاہے۔اس میں تھوڑی سی کوتاہی سے بچہ یاماں کے لیے جان لیوا خطرہ ثابت ہوتاہے۔ان دنوں میں جیسی غذا،صفائی اوراحتیاط ہوگی ویسے ہی اثرات بچہ پرمرتب ہوں گے۔لیکن مولانا کے مطابق ان تینوں ادوار سے زیادہ نصیحت ' تربیت' سے متعلق کی ہیں۔

۴۔ **تربیت:** تربیت کا دورعورت کا سب سے زیادہ خطرناک اورنازک ہوتاہے۔اس میں جسمانی،توانائی،ذہنی وفکری توازن بگڑنے کے امکانات ہوتے ہیں۔بچہ ماں سے متاثر ہوتاہے۔غذاسے ماں اور بچہ کی صحت متاثر ہوتی ہیں۔قدرت نے نوع انسان کی حفاظت اورافزائش نسل کے لیے منفرد انتظامِ تمدّن اورجسمانی و روحانی قوّتیں عطا کی ہیں۔تاکہ اعضاءواجزاءافعال وحرکات صحیح طور پرانجام دے سکیں۔قدرتی نظام کے برخلاف عمل سے ہی معاشرے کے انتظام میں خلل اورسینکڑوں دشواریاں پیدا رہورہی ہیں۔اس لیے عورت کے طبعی فرائض اگرمردوں کے فرائض میں شریک کیا جائے تو معاشرے میں ہزاروں خرابیاں مزید پیدا ہونگی۔عورت کوطبعی دائرے میں رہنا ہی زینت ہے۔اس کے برعکس وہ تمام فنون لطیفہ،فلسفۂ علوم،ماہر

طب یا بیسیوں مراحل طے کر کے اپنی طبعی وظیفہ سے غافل ہو جائے تو یہ خلافِ فطرت عمل ہے۔

خواتین کی عزت واحترام اور تعلیم سے جوڑنے کی فکریں مولانا آزاد کو آباءواجداد سے بچپن ہی سے وراثت میں ملی تھیں۔اس کا مشاہدہ ان کی بہنوں کی علمی وادبی، سیاسی لیاقت بہت زیادہ تھیں۔بہنوں میں فاطمہ بیگم تخلص آرزو، حنیفہ بیگم تخلص آبرواور محمودہ بیگم نے شعروسخن سے شغف، خواتین بیداری، اصلاح معاشرہ، جدوجہد آزادی اور تعلیم نسواں کے لیے فعال کردار ادا کئے ہیں۔ان کے والد متقی پرہیز گار اور مذہبی تھے۔لیکن دونوں صنف میں کوئی فرق نہیں رکھتے تھے۔'اپنے بیٹے اور بیٹیوں کو ایک ساتھ پڑھاتے تھے'۔[1] وہ سبھی کو نماز روزہ کے مسائل، فارسی قواعد، نحو، گلستان وبوستان، منطق، شرح تہذیب، فقہ میں شرح وقایہ، ہدایہ، حدیث میں مشکوٰۃ اور دیگر کتابوں کا درس دیتے تھے۔مولانا آزاد اپنے والدِ محترم کے متعلق کہتے ہیں 'انہوں نے ہماری بہنوں کو بھی اتنا ہی اور ویسے ہی تعلیم کا اہل سمجھا، جیسے ہم کو'[2] جیسے آرزو بیگم فقہ کی تمام کتابیں پڑھ چکی تھیں، وہ پورے اعتماد سے والد کی بیماری اور کمزور بصیرت میں تصنیف وتالیف کے کام میں ہاتھ بٹاتی تھیں، بڑی صفائی کے ساتھ مسودے بھی لکھتی تھیں۔یہاں تک کہ والد کے اسلوب میں خطوط لکھنے اور جوابات دینے میں کافی ماہر تھیں۔ان کاوشوں میں ان کی والدہ محترمہ کی سرپرستی تھی۔لکھتے ہیں "میری والدہ حضرت شیخ الحدیث محمد بن طاہر وتری مفتی مدینہ منورہ کی بھانجی تھی، جو اکثر علماء حجاز کے استاد حدیث اور شیخ عبداللہ سراج کے بعد مکہ معظّمہ کے آخر محدث تھے۔ان کے بعد اس درجے کا کوئی شیخ الحدیث حرمین میں پیدا نہیں ہوا۔'[3] مولانا آزاد سے غلطی یہ ہوئی تھی وہ اپنے والد محترم کے مہمان کے لیے ناشائستہ الفاظ یہ کہے تھے 'وہ بڑے گندے آدمی ہیں' تو ان کی امی جاں نے سلیس لہجہ میں نصیحت کی 'میری جان! ایسا نہ کہو ہوسکتا ہے کہ وہ خدا کی نظر میں تم سے اور ہم سے عزیز ہو۔'[4] اس تربیت کے بعد ان کی نگاہ میں والدین کا احترام اور اہمیت زیادہ ہوگئی تھی۔وہ ماں اور باپ میں تفریق نہیں کرتے تھے۔جس کا ثبوت 'انتخاب الہلال' تصنیف کے ابتدائی سطور میں لکھا ہے 'لوگ دنیا میں سیکڑوں قوموں کے محکوم، احباب کے محکوم، استاذ ومرشد کے محکوم، امیروں، حاکموں اور بادشاہوں کے محکوم ہیں۔لیکن مومن ایک ہی کا محکوم رہتا ہے وہ والدین ہیں۔اسی لیے انہی کی اطاعت وفرماں برداری کرتا ہے'[5] مولانا آزاد کے خیال میں دونوں صنف پر اسلامی حق اور حقوق مساوی ہیں۔لیکن اسلام نے باپ پر ماں کو زیادہ ترجیح دی ہے۔جیسے ماں کے قدموں کے نیچے جنّت ہے۔

مولانا آزاد کی ہمشیرہ محترمہ فاطمہ بیگم کہتی ہیں سچ تو یہ ہے کہ فیروز بخت نے بچپن نہیں دیکھا۔ چھ سات برس کی عمر سے ہی معلوم ہوتا تھا کہ ننھے ننھے کندھوں پر ایک سر ہے جس میں ایک بڑا اُونچا دماغ ہے۔۔۔۔۔بارہ تیرہ سال کی عمر میں والدین نے ان کی شادی کردی۔لڑکی کی عمر سات آٹھ برس کی تھی۔شادی کے وقت مولانا روتے ہوئے کہہ رہے تھے مجھ کو عورتوں میں کیوں لے جایا جارہا ہے۔ادھر لڑکی بھی رورہی تھی۔'۶

مولانا آزاد نے ہر شعبہ میں نمایاں کامرانی ،نسائی فکر میں پختگی ،متضاد، مختلف محاذوں پر اپنی اہمیت ثابت کی نیز ان کی دوراندیشی نے ہر بدلتے نقش پر اپنی توجہ مبذول کی۔مذہبی تعلیم کے ساتھ جدید دور کے تمام علوم وفنون حاصل کرنے میں صنفی مساوات کے قائل تھے۔پدرانہ نظام کے تحت خواتین محکوم ہوگئیں اور کافی حد تک جنسی تفریقات موسوم ہوگئی ہیں۔اس کے متبدل مولانا مطالعاتِ نسواں کے یکساں مواقع فراہم کرنے کی حتیٰ الامکان کوششیں کی ہیں۔ کیوں کہ 'انسان فطرتاً مادہ پرست ہے اس لیے مادی چیزوں کو اپنا حقیقی سرمایہ سمجھتا ہے۔لیکن مادیات کا آب و رنگ اس کو بھی مسحور بنادیتا ہے۔ ۷

دونوں صنفوں کی برتری یا مساویانہ بحثیں مغرب کے زیر اثر عرصۂ دراز سے آئی ہیں۔جو کُلی مساواتِ نسواں کے نعرے اور پردے کے مسائل سے متعلق بنیادی موضوعات ہیں۔اس مہم کے تناظر میں علماءِ کرام نے دینی کتابوں کے ذریعہ تحریروں سے نہ صرف صنفی مساوات بلکہ اسلامی حجاب کی مصلحتوں کی وضاحت کی ان کاوشوں کو مصر کے فرید وجدی آفندی نے 'المرأة المسلمة' کے نام سے ایک کتاب لکھ کر یہ سوالات پیدا اُٹھائے۔عورت کیا ہے؟ عورت کے قُدرتی فرائض کیا ہیں؟ کیا مرد اور عورت جسمانی طاقت میں مساوی ہیں؟ کیا عورت کو مردوں سے پردہ کرنا چاہیے؟ کیا پردہ عورتوں کے لیے غلامی کی علامت ہے؟ کیا عورت کی آزادی کا منافی ہے؟ کیا پردہ عورتوں کی ترقی وکمال کا مانع ہے؟ کیا پردہ کا عالمی اثر زائل ہوسکتا ہے؟ کیا موجودہ مادی مدنیّت کی عورتیں کامل عورتیں ہیں؟ مسلمان عورت کی تعلیم کا احسن طریقہ کیا ہے؟۔ان سولات کے عالمانہ جوابات مولانا ابوالکلام آزاد نے اردو ترجمہ 'مسلمان عورت' کے نام سے کر کے مقدمہ اور آخر میں محاصل تحریر کیا ہے۔تاکہ خواتین کی فلاحی ،بہتری اور مساوی حیثیت ہوسکے۔یہ تمام جوابات قدیم اور جدید دونوں گروہوں کی درمیانی حدّ فاصل کو مدنظر رکھ کر لکھے گئے ہیں:

۱۔ انسان فطرتاً آزاد ہے اس میں کسی قسم کی خصوصیّت نہیں ہے۔پھر وہ کونسا معیار ہے جس کی بنا پر انسانوں کا

ایک گروہ آزادی سے فائدہ اُٹھاتا ہے۔ دُوسرا محروم؟ ان سوالات کو مولانا نے بجا فرمایا ہے۔ فطری تقاضے اور صنفی مساوات کے باہم متضاد تفریقات اور پستی کے اہم نکات پر واضع طور پر اظہارِ خیال یوں کیا ہے۔ جب انسانی قویٰ کی نشو ونما تمدّنی اور شائستہ ضروری ہے تو کیا وجہ ہے خواتین عقلی نشو ونما سے محروم رکھی جائیں؟ مردوں نے علوم وفنون، انتظام، سیاست اور دُنیا کے تمام تمدّنی مشاغل میں خواتین کو محروم رکھ کر اپنے لیے مخصوص کر لیے ہیں، جس کے تحت لڑکیوں کو تعلیم نہیں دی جاتی اگر دی بھی جاتی ہے تو صرف معمولی۔ کیا وہ انسان نہیں ہیں؟ کیا ان میں دماغی قوتیں موجود نہیں ہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو کیا یہ صریح ظلم نہیں ہے؟ علمی دنیا کے شائستہ مشاغل سے انھیں یک تخت محروم کر دیا جائے۔ یہ سوالات سماج کے لیے پیدا کیے ہیں۔ جس کے لیے موجودہ تحریکات سے نسائی تحفظ اور حقوق دلانے کے بیسیوں اسکیمات قائم کی جارہی ہیں۔ لیکن حقیقت میں اسلام کا آئینی نقطہ ہے جو مولانا کی بنیادی فکروں میں شامل ہے اور ان کے خیال کے مطابق عورت کو مابعد جدید طرز میں از سرِ نو Deconstruct کرنا چاہیے۔ ان فکروں سے جہاں مرد اعلیٰ ابتر کارنامے انجام دے رہے ہیں۔ وہیں خواتین بھی مواقع پاتے ہی مرد سے بہتر خدمات انجام دے رہی ہیں۔

۲۔ آج بھی زیادہ تر خواتین علم سے نا آشنا ہیں کیوں کہ تمام تمدّنی اختیارات مردوں کے ہاتھ میں ہیں۔ اس لیے یہ کہنا درست نہیں عورت میں دماغی صلاحیّت کم ہوتی ہے۔ علم تشریح اور فزیالوجی کی تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے۔ دونوں صنف کی دماغی قوّت بالکل برابر ہے، اس وجہ سے انہیں عام آزادی دی گئی ہے، یورپی خواتین ہر امور میں مردوں کے برابر خدمات انجام دے رہی ہیں چاہے ڈاکٹر ہو یا پروفیسر ہر میدان میں برابر شریک ہو رہی ہیں اور ترقی بھی کر رہی ہیں۔ اگر انھیں مردوں کے تسلّط سے نجات ملے اور اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے موقعے فراہم ہوئے تو وہ کسی سے کم ثابت نہیں ہوسکتیں۔ مولانا جہاں نسائی مساوات کی تاویلات پیش کی ہیں وہیں مشرقی ومغربی رکاوٹوں سے متعلق اپنا متصورہ نقطہ پیش کیا ہے۔

۳۔ مشرق نے ظالمانہ رائے خواتین سے متعلق زمانہ جاہلیت میں قائم کی تھی جو آج بھی جاری ہے۔ مسلمان خاتون عام طور پر ناقصات العقل اور وَالدّین فتنہ وفساد کی جڑ سمجھتے ہیں۔ برخلاف اس کے یورپ خواتین کی

غیر معمولی عزّت اور احترام کرتا ہے اور مردوں سے کسی امر میں کم نہیں سمجھتا۔ ۸

صنفی مساوات کے یہ مدّلل و متوازن جوابات قدیم و جدید دونوں گروہوں کے سوالوں کے لیے ہیں۔ مولانا مذہب کو غیر ضروری سمجھتے ہیں نہ جدید علوم کو۔ اسی لیے تمام غلط فہمیوں پر درست تجاویز پیش کی ہیں۔ خاص کر نئے گروہوں نے جہاں پردے سے متعلق یورپ کے اثرات سے خرابیاں دکھائی ہیں۔ اس پر بھی انہوں نے اپنے فہم و ادراک اور وسیع النظری سے خواتین کی ترقی کے لیے نئے راستے دکھانے کی کوشش کی ہیں۔ مشترکہ کلچر کی پر زور وکالت فرمائی ہیں۔ ہندوستانی ثقافت کی بے وجہ تھوپے گئے رسوم کے خلاف سخت تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں قوم کا سنورنا بگڑنا تعلیم نسواں کے ہونے پر موقوف ہے۔ ۹ غالبًا یہی فکریں سر سید احمد خاں کی بھی تھیں۔ مولانا دیگر فکروں کو وقت کے لحاظ سے کم زیادہ ترک کرتے گئے لیکن خواتین کی تعلیم اور ترقی کے لیے ہمیشہ کوشاں رہتے تھے لیکن وہ عورت کی حیثیت کو تو کمتر یا غیر مساوی نہیں سمجھتے تھے۔ لیکن انہوں نے خواتین کی بہتری کو مرد کے ساتھ ایک دوسرے کی امداد سے ہی دنیا کی ترقی و سکوں حاصل کر سکتی ہیں۔ جیسے ان کی تصنیف 'مسلمان عورت' کے محاصل میں پیش کیے گئے نکات کا مختصر خلاصہ یہ ہے:

۱۔ قدرتی طور پر عورت جسمانی اور علم قبول کرنے میں مرد سے کمزور ہے۔ یہ طبعی اور فطری ہے۔ اس کے برعکس عورت ہزار کوششیں کر لیں لیکن جسم اور اِدراک کے لحاظ سے مرد کی ہم پلہ نہیں ہو سکتی۔

۲۔ عورت جسمانی توانائی اور وسعتِ معلومات پر موقوف نہیں۔ لیکن روحانی قوت مرد کے بہ نسبت بہت زیادہ اور اعلیٰ ہے۔ اس کے رقیق احساسات زیادہ ہوتے ہیں اور شعوری سطح بھی کئی گنا زیادہ ہوتے ہیں۔ اپنے حقوق معاف کر کے دوسرا کا ادا کرنے کا جذبہ زیادہ ہوتا ہے۔ اگر یہ فطری قوتیں صحیح قواعد کے مطابق نشو ونما پائیں تو حقوق کی حفاظت و تائید کے لیے بھی مرد کی محتاج نہ رہے گی، بلکہ ان صلاحیتوں کے استعمال سے معاشرت کو اعلیٰ مرتبہ پر پہنچا سکتی ہے۔ نیز وہ کسی معاملہ میں اپنی پہچان بنا لے گی۔ لیکن قدرت کا یہ فیصلہ ہے عورت کی اندرونی قوتیں اسی وقت نشو ونما پا سکتی ہیں جب مرد کے زیر اثر و حفاظت میں زندگی گزارے۔ خواہ وہ مرد پر فوقیت پا لے یا اپنا بندۂ بے دام ہی کیوں نہ بنا لے پھر بھی اس کی ذات کے لیے مناسب نہیں۔ وہ مرد کو اپنی فطری خوبیوں کے دام میں اسیر کر بھی لیں تو اس کی فطری محبت کی چمک دمک

ماند پڑ جاتی ہے اور ایک ایسی کشمکش میں گرفتار ہو جاتی ہے جسے وہ خود پسند نہیں کرتی۔

۳۔ عورت کی کامیابی بیوی یا ماں بن کر بچوں کو درست تربیت دینے میں ہے۔ بلکہ اس کے ملکات کا نشو ونما اور اندرونی جذبات کی تہذیب و درستی اسی قدرتی نظام میں ہے۔اور وہ اپنے وجود کا حق ادا کریں، کیونکہ قدرت نے جسمانی اور روحانی اعتبار سے اس کی اہم ذمہ داری ہے۔

۴۔ عورت کا مردوں کے کاروبار میں حصہ لینا، خارجی زندگی کے خطرناک معرکوں میں اس کی شریک ہونے سے اس کے فطری جذبات قتل ہو رہے ہیں، اپنے ملکات کو مٹا رہی ہے اور اپنی رونق اور طراوت کو پژمردہ، اپنی ترکیب کو خراب اور اپنی قوم کے جسم میں خلل پیدا کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ یورپین خواتین کا منزل زندگی کے دائرہ سے قدم نکالنا ان ممالک کے علما کی نگاہوں میں قوم کے دل اور جگر پر زخم کاری نظر آتا ہے۔اس بات کی گمازی نظر آرہی ہے مرد چاہے تو عورت کو سخت سے سخت مصیبت و آفت میں مبتلا کر سکتا ہے۔

۵۔ عام طور پر نوعِ انسانی کی بہبودی کے لیے عورت کو پردہ میں رہنا ایک ضروری امر ہے۔ یہ اس کی خودمختار استقلال کا ضامن اور حریت کا کفیل ہے، نہ اس کی ذلت کی علامت، اس کے اسیری کا پیش خیمہ، پردہ عورت کے کمال کا مانع نہیں، بلکہ وہ اسے کمال کے ذرائع واسباب مہیا کرنے والا ہے۔ ہر چیز میں کچھ نقصانات بھی ضرور ہوتے ہیں اس لحاظ سے اگر پردہ سے جو بھی جزوی مسائل پیدا ہو تو اس کے بالمقابل جو فائدے مند ہے۔ جیسے عورت کو اپنے وظیفہ طبیعی کے دائرہ سے باہر قدم رکھنے میں مانع ہے، وظیفہ طبیعی میں بھی سعادت کا انحصار ہے۔اسی سے اعلیٰ خصوصیتوں کو نشو و نما دینے کا موقع ملتا ہے۔ جو اس معرکہ زندگی میں اس کے یکتا ہتھیار ہیں۔

۶۔ خواتین میں مادّی مدنیت چاہے جس قدر ظاہری نمائش اور دل فریبی ہو۔لیکن وہ کامل جنس نسواں کی نمونہ یا کمالِ نسوانی کے راستہ پر چلنے والی ہرگز نہیں ہوسکتی۔ خود یورپ اور امریکہ کے علماء بھی اس پر اعتراض کررہے ہیں اور قدرتی نظام قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ نیز موجودہ تعلیمی نظام کے بھی خلاف ہیں۔

۷۔ خواتین کے لیے جو ہدایتیں اسلامی ہیں وہ فطرت کے مطابق اور موافق ہیں۔ ان سے نسائی تعلیم کے خصائص اور ملکات کو اچھی صورت میں ڈھالنے کا اعلیٰ سانچہ ہے۔ اگر عورت ان اصول کے موافق خصائص

کے بنا نشو ونمائی طبعی حدود میں رہے کر اعلیٰ درجہ کی کامل واکمل بن سکتی ہے۔

۸۔ مسلم خواتین اعلیٰ واکمل مرکز تک پہنچنے کے لیے صرف علوم ضروریہ کے مبادی سے بے خبر ہے۔ اگر اتنی تعلیم دی جائے تو کوئی نقص باقی نہ رہے گا۔ مولانا آزاد کے مطابق پردہ نسواں کے حامیوں کا پہلو قوی کیا جائے اور معترضین کے حملوں سے محفوظ رکھیں۔لیکن تعصب اور رسم ورواج کی تقلید کی وجہ سے پردہ کی حمایت نہیں کی ہے۔ پردہ داری پر آمادہ ہو جائیں اور ہمارے ہم آہنگ بن کر ان علاماتِ مرض کو زائل کریں جو ہماری مصیبت کا باعث بن گئی ہیں۔اس طرح ہم اس مقدس فرض ادا کر سکیں گے جو ہمارا ضمیر قوم وملت کے لیے ہم پر واجب قرار دیتا ہے۔"۱۰

اوپر دیے گئے صنف کے قدرتی نظام کے علاوہ مولانا آزاد نے خواتین کی حمایت میں سائنسی تاویلات بھی پیش کی ہیں۔جن سے معلوم ہوتا ہے ان کے خیالات مذہبی تھے لیکن وہ کسی بھی کام میں مرد اور عورت کو دماغی قوتوں کے اعتبار سے کم نہیں سمجھتے تھے۔ یہ سچ ہے موجودہ عہد میں جہاں انہیں موقعے فراہم ہوئے وہاں دونوں صنف ہر میدان میں مساوی خدمات انجام دے رہے ہیں۔اس وقت خواتین سائنسداں، ڈاکٹر، انجینئر، وکیل نیز ہر شعبہ میں اپنا لوہا منوا رہی ہیں۔ جو یہ جدید تعلیم کا ہی نتیجہ ہے۔اس ضمن میں مولانا نے بجا فرمایا ہے "اس وقت تک عورتیں علمی لذت سے محض نا آشنا ہیں۔اور یہ تمام تمدنی میدان مردوں کے قبضہ میں رہا ہے۔اس لیے یہ کہنا صحیح نہیں ہوگا عورت میں مرد جیسی دماغی ترقی کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ انہیں موقعہ ہی کب دیا گیا یورپ نے آج علمِ تشریح اور فیزیالوجی کی تحقیقات سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ مرد اور عورت دماغی قوتوں میں بالکل برابر ہیں۔۱۱ ان کی نظر میں صنفی تفریق فرد کے لحاظ سے بالکل نہیں ہے جس بہترین نمونہ ان نسائی فکر سے متعلق 'ترجمان القرآن' ان کا اعلیٰ نمونہ ہے اور سورۂ النساء کی 34 ویں آیت کی تفسیر میں روایتی غلط فہمیوں کو دلیلوں سے دور کیا ہے:

"وہ کہتا ہے کہ خدا نے نوع انسان کو مرد اور عورت کی دو جنسوں میں تقسیم کر دیا ہے اور دونوں یکساں طور اپنی ہستی، اپنے اپنے فرائض اور اپنے اپنے عمال رکھتی ہے۔ کارخانہ معاشیت کے لیے جس طرح ایک جنس کی ضرورت تھی، ٹھیک اسی طرح دوسری جنس کی بھی ضرورت تھی۔ انسان کی معاشرتی زندگی کے لیے دو مساوی عنصر ہیں۔ جو اسی لیے پیدا کیے گئے ہیں کہ ایک دوسرے

کے ساتھ مل کر ایک مکمل زندگی پیدا کریں۔ البتہ اللہ نے دنیا میں ہر گروہ کو دوسرے گروہ پر خاص خاص باتوں میں مزیّت دی ہے۔ اور ایسی ہی مزیّت مردوں کو بھی عورتوں پر ہے۔ مرد عورتوں کی ضروریاتِ معیشت کے قیام کا ذریعہ ہیں، اس لیے سربراہی اور کارفرمائی کا مقام قدرتی طور پر انھیں کے لیے ہو گیا۔"۱۲

ہم جانتے ہیں مرد و عورت کے احساسات، خیالات اور کیفیات یکساں نہیں ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ خواتین کا سماج کے تئیں کوئی اظہاری وسائل نہیں۔ وہ بھی اپنی تخلیقات، نظریات سے سماج کو انقلاب سے دوچار کر سکتی ہیں۔ جیسے اردو ادیباؤں میں صالحہ عابد حسین، عصمت چغتائی، امتیاز علی تاج، قرۃ العین حیدر، جیلانی بانو، ساجدہ زیدی، زاہدہ زیدی وغیرہ نے مردوں کے برابر اپنے ہنر کا لوہا منوایا ہے۔ سیاست میں سروجنی نائڈو، اندرا گاندھی، سونیا گاندھی، پرتبھا پاٹیل، ممتا بنرجی، میرا کماری، اوما بھارتی اور برندا کرات وغیرہ کے نام اہم ہیں جنھوں نے موقع پا کر مرد کے برابر تو کبھی مردوں سے آگے اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا ہے۔

مولانا آزاد نے حقوق نسواں پر سنجیدگی سے غور و فکر کیا اور سماجی رکاوٹوں کی نشاندہی کی جس سے تعلیم نسواں کے نئے نئے تجربات عمل پزیر ہوئے۔ اور وزیرِ تعلیم کی حیثیت سے بیشتر تاویلات میں خواتین کی ترقی اور جدید تعلیم کو فوقیت دیے۔ اور خواتین یونیورسٹی کے قیام کی اولین تحریک میں مکمل حمایت کیے۔ 4 مارچ سنہ 1918 میں لاہور میں آل انڈیا مسلم لیڈرز کانفرنس کے ایک سالانہ اجلاس میں ان کا پیغام پڑھا گیا جس میں تحریر تھا، یہ جلسہ مسلم یونیورسٹی سے مستدعی ہے کہ وہ سرمایہ مسلم یونیورسٹی سے کچھ حصہ، خاص قوانین و قواعد کے ماتحت ایک ایسی جماعت مقرر کرنے کے لیے منتقل کریں جو لڑکیوں کے لیے اپنے خاص حالات و روایات کے مطابق مدارِس کا انعقاد، ترتیب نصاب، تالیف و تصنیف، اشاعت کتب نصاب اور اپنے معینہ نصاب میں امتحانات کا کام انجام دیں اور اس طرح تمام ہندوستان کی خواتین کے لیے حقیقی معنوں میں ایک جامعہ اسلامیہ یا یونیورسٹی وجود میں آئے۔ اسی طرح سے ایک اور اہم تاریخی تقریر میں مولانا کی بہن فاطمہ بیگم آرزو نے بطور سکریٹری انجمن خواتین ہند بھوپال، کہا تھا کہ تمام مسلم خواتین کے لیے مخصوص طرز تعلیم اور نصاب و کتب کی ضرورت ہے۔ سرکاری یا امدادی مدارس میں سرشتہ تعلیم کا مجوزہ نصاب پڑھایا جانا چاہیے۔ لہٰذا ہندو بہنوں کے مقابلہ میں مسلمان خواتین کو پردے کے باعث اور بھی زیادہ ایسی آزاد

یونیورسٹی کی ضرورت ہے۔شاید انہیں فکروں سے اللہ تعالیٰ نے مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی قائم کی ہے۔

محاصل :مولانا ابولکلام آزادخواتین کی ترقی کے لیے مکاتب،اورمعاشرے میں ہر اعتبار سے الگ انتظامات کے مخالف تھے۔ان کی بنیادی فکریں اسلامی ہے۔سورۂ النساء کی تفسیر میں عورت کی مساوات کا ذکرکیا ہے "جہاں تک معایشی اور مالیاتی استقلال ہے وہ صرف مردوں ہی کے حصے میں آیا ہے۔اس لیےانہوں نے قرآن کی روشنی میں قطعی لفظوں میں اعلان کر دیا کے مرد ہو یا عورت جس کی کمائی اسی کے لیے ہوگی۔عورت بیٹی ہوکر باپ سے الگ،بہن ہوکر بھائی سے الگ،بیوی ہوکرشوہر سے الگ مستقل اپنی کمائی کا انتظام کرسکتی ہےاوراس کی مالک ہو سکتی ہے۔"۱۳ اس وضاحت کےعلاوہ نسائی مساوات کا ذکرقرآنِ پاک میں بیشتر جگہ آیا ہے۔مخصوص سورۂ یوسف میں۔

مولانا نسائی مساوات کی سخت مذمت کی ہیں۔مساوی حیثیت فضائل ہو یا خصائل ہرلحاظ سے یکساں ہیں۔جس طرح مردوں میں مومن،قانت اورصادق ہیں اسی طرح خواتیں میں مومنہ،قانیتہ اورصادیقہ ہیں۔اگرغور کیا جائےتوکسی بھی وصف میں کسی قسم کا فرق یا فضیلت میں امتیازنہیں ہے۔وہ لکھتے ہیں'اُس نے ہرطرح کےنسلی،خاندانی،جغرافیائی اورطبقاتی امتیازمٹادئے،اُس نے زندگی کے ہرمیدان میں انسانی مساوات کااعلان کردیا،اُس نے وہ تمام رُکاوٹیں دورکر دیے جوسوسائٹی کےاُونچےطبقوں نےکمزورافرادکی خوشحالی وترقی کی راہ میں پیدا کردی تھیں۔۱۴

مولانا کےترقی پسند اقدامات،قیادت،فکراورنظریات سےتعلیم نسواں کوفروغ ملا،پدرانہ سماج کمزور ہوا۔خواتین خودکفیل،بہترین تعلیم یافتہ،کامیاب ومقبولیت کےساتھ آج اونچےعہدوں پرفائز ہورہی ہیں۔انہوں نے عورت کی تعلیم وتربیت،مبادیادتی ضرورتوں کے مدلل مباحث اسلام کےعین مطابق ہیں،حق وراثت،شادی اور معاشرتی روّیوں کوتنقیدنشانہ بنایا تاکہ خواتین ہرروپ میں معزز مقام سے روشناس ہوسکیں،ہندومت کےعورت دشمن نظریات سے برصغیر کی عورت کونجات دلائی،اس کی عظمت ووقارکوبلندکرنےتجاویزقرآن وحدیث کی روشنی میں اسے تمانی ترقی اورسماجی مرتبے پرامتیازی حیثیت سےاحترام دیا،اس کی قدرومنزلت کوناصحانہ انداز میں نمودارکیا،انہوں نے اپنی تحریروں اورخطبات میں شایان شان خراج عقیدت بھی پیش کی،عورت کی عزت وحرمت کوقوموں کی ترقی کا ذریعہ قراردیا،عورت کوماں کی حیثیت سےنسل انسانی کی بقاء کی ضمانت قراردیا،حسن سیرت اورصورت کے مجموعہ اور

شاہکار کی حیثیت سے بھی متعارف کیا، اس کی فضیلت سماجی مقام و مرتبہ اور ذمہ داریوں سے متعلق شفقت و محبت کا سمندر قرار دینے کے ساتھ ساتھ اسے کائنات کا قیمتی اثاثہ بھی قرار دیا ہے۔

مولانا مغربی تمدن کے زوال کی وجہ عورت کا سماجی مرتبہ اور آزادی کے نام پر اس کے استحصال کو قرار دیا، عورت کے حقوق پر آواز اٹھائی، تعلیم کے لیے منتخب نصاب پر زور دیا، عورت کی محرومیوں اور پریشانیوں کا بڑا سبب تعلیم کی کمی قرار دیا۔ ان کی نظر میں عورت کی تعلیم مرد کی تربیت کے لیے ضروری ہے۔ انسانی ترقی کے لیے عورت تعلیم یافتہ ہونے سے ہی کامیاب ہوسکتی ہے، قوم کے کارہائے نمایاں تعلیم یافتہ مہذب سلیقہ مند عورت کے دم سے ہی تہذیب کی ترقی، اولاد کی تربیت اور خاندانوں کی پہچان کا بہترین ذریعہ قرار دیا ہے۔

مولانا خواتین کی تعلیم و تدریس کو اسلامی اصولوں کے مطابق بنانے کی ہدایت کرتے ہیں، مغربی طرز تعلیم اور ثقافت کو غیر مفید سمجھتے ہیں۔ جس کے باعث اولاد کی تربیت متاثر ہوتی ہے اسی سے تقدس پامال ہوتا ہے، جو آج اسلامی تہذیب کے لیے لمحہ فکریہ ہے، امور خانہ داری سے متعلق علوم و فنون اور خصوصیت کے ساتھ دینی تعلیم عورت کے لیے بنیادی ضرورت تسلیم کرتے ہیں۔ تعلیم نسواں کا مقصد متعین ہونا چاہیے۔ نسوانی زندگی اور ان سے جڑے تقاضوں سے ہم آہنگ ہو۔ اگر اس کے برعکس مغربی تقلید ہو تو غیر مفید اور منفی ہوگی، اگر مشرقی خواتین کو مغربی طرز پر تیار کیا تو ان کی حیثیت، تعلیم و تدبیریں تمام متاثر ہوسکتی ہیں۔

مولانا خواتین کی مخلوط تعلیم کے نتائج سے بخوبی آگاہ تھے، آپ نے عورت کی انفرادی ذمہ داریوں کے حوالے سے الگ نصاب تعلیم پر زور دیا۔ تاکہ عورت آزادی کے ساتھ وظائف زندگی کے لیے تعلیم حاصل کرے۔ بے پردگی کے ماحول میں مخلوط تعلیم معاشرے کے لیے نقصان دہ ہے، آپ نے معاشرے میں فساد اور بگاڑ کی بڑی وجہ مخلوط تعلیم کو قرار دیا، الگ اداروں میں تعلیم ہی الگ نصاب اور ماحول کے مثبت اثرات کے ذریعے معاشرتی زندگی میں تعمیر کا سبب بنتی ہے جس سے تعلیم کے مبادیاتی مسائل بھی حل ہوجائیں گے۔

مولانا عادلانہ نظام کے نقائص ختم کرنے کے لیے قرآنی تعلیمات سے استفادہ کر کے تاویلات پیش کی ہیں، عدالتی نظام کی خامیوں میں عورت کے حقوق کا استحصال سرفہرست ہے اس لیے نسائی تحفظ کو یقینی بنانا چاہتے ہیں، اس سلسلے میں روایتی رسم و رواج کو قرآنِ پاک کی روشنی میں تجدید کا بھی مشورہ دیا۔ تاکہ خواتین کے حقوق کا صحیح

استعمال ہو سکے، وراثت کی بجا تقسیم ہو، نکاح لڑکی کی مرضی کے مطابق ہو نیز تمام معاملات اسلامی ہدایات کی روشنی میں ہوں۔اس بحث سے معلوم ہوتا ہے مولانا صنفی حقوق و فرائض میں دونوں کو پابند کرتے ہیں۔اس لاعلمی کا ازالہ کرتے ہیں کہ مرد اور عورت انفرادی طور پر مساوی حقوق رکھتے ہیں۔

عورت زندگی کے ارتقاء میں ہر لمحہ مرد کی معاون و مددگار رہتی ہے،لیکن سماج اسے بہتر مرتبہ، قدر یا احترام کا مستحق نہیں سمجھتا، مرد سماج انہیں مساوی درجہ نہیں دیتا جس سے اس کی تربیت میں کمی ہوتی ہے۔اس کے انفرادی احساسات و اجتماعی عمل بھی متاثر ہوتے ہیں، عورت کے احترام میں قوم و ملک اور ملت کی طاقت ہے۔ بجائے انہیں نظر انداز، حاشیہ بردار اور غیر مساوی حیثیت دینے کے بجائے خاص نصاب تعلیم کا تعین کو ضروری سمجھتے ہیں۔تا کہ عورت مرد آزادانہ ماحول کی بجائے اپنے رجحان اور حالات کے مطابق خود اعتمادی کے ساتھ اپنی اپنی مرضی کے مطابق شعبوں کا انتخاب کر سکے۔ان کا متصورہ نقطہ خواتین کے استحصال کی بنیادی وجہ ناخواندگی ہے۔اسی لیے وہ کہتے ہیں تعلیم نسواں عام کی جائے تا کہ وہ خود اپنا تحفظ کر سکے۔

مولانا عورت کا جسمانی و دماغی ضُعف اور حواسِ خمسہ سے متعلق جتنی تحقیقات ثابت ہو چکی ہیں ان کے مدلل دلائل سے ناقدین کے اقوال پیش کرتے ہوئے عورت اور مرد کا موازنہ کر کے یہ ثابت بھی کیا ہے عورت مرد کے برابر جسمانی اعتبار سے نہیں ہو سکتی۔ یہ قرآن کہتا ہے 'اللہ کی فطرت کو اس کی مخلوق کو بدلنے کی کوشش نہ کرو یہ تمہارے بس کی بات نہیں۔فطرۃ اللہ الّتی فطَرَ النَّاسَ عَلَیھا لاَ تبدِیلَ لِخَلقِ اللہ'[۱۵] کون ہے جو قدرتی فیصلے کو بدل سکے؟ کسی بھی ترقی یافتہ تکنالوجی سے طبعی فطرت نہیں بدلی جا سکتی۔

مولانا آزاد نسائی تحفظ سے متعلق فرماتے ہیں جو قرآنِ کریم نے نوعِ انسان کو دیے ہیں وہی کام کرے۔ عورت کے کام عورت کے لیے مرد کے کام مرد کے لیے۔ ورنہ وہ سخت مشکلات میں گھر جائے گی۔ مرد انہیں خارجی زندگی کے مصائب اور تکلیفوں سے محفوظ رکھیں ورنہ اس شعر کے مصداق ہو جائے گی ؎

گئے دونوں جہاں کے کام سے وہ
نہ اِدھر کے ہوئے، نہ اُدھر کے ہُوئے

اگر خواتین اپنی فطری تقاضوں کو بھول کر تمام توانائی مغربی نظریات کی عکاسی میں صرف کرتی رہیں تو اپنا وجود

کھوکر کوئی تیسری شکل اختیار کرلیں گی۔عورت بحثیتِ فرد کے آزاد ہے۔لیکن وہ مذہبی دائرے میں رہ کر تمام امور میں حصہ لے سکتی ہے۔آج یورپ صنفی مساوات کے نام پر جن تحریکات کو ہوا دے رہا ہے ان سے خواتین کو انصاف نہیں سودا ہو کیا جا رہا ہے۔

مولانا آزاد پختہ مسلمان تھے وہ خود اس طرح اظہار کرتے ہیں'ایک مسلمان سے یہ توقع رکھنا کہ وہ حق کا اعلان نہ کرے اور ظلم کو ظلم نہ کہے، بالکل ایسی ہی بات ہے، جیسے یہ کہا جائے کہ وہ اسلامی زندگی سے دست بردار ہو جائے۔[۱۶] مولانا کے مطابق عورت کو جو حقوق اسلام نے دیئے ہیں وہ کسی اور قانون یا مذہب نے نہیں دیے۔جیسے اچھی بیوی کو آدھا ایمان قرار دیا، ماں کو اُف تک کہنے کی اجازت نہ دی نیز اس کے قدموں کے نیچے جنّت قرار دیا ہے۔ یہ تمام احکامات قرآن پاک میں اس وقت نازل ہوئے جس وقت عورت کو پوری طرح انسان ماننے سے بھی انکار کیا جا رہا تھا۔اگر بحثیت انسان قبول بھی کیا گیا تو اسے مذہبی کتابیں چھونے کی اجازت نہ تھی، یہاں تک کہ اسے منحوس سمجھا جاتا تھا۔اس ضمن میں لکھتے ہیں'تم سب کی بندگی و نیاز کے لیے ایک ہی چوکھٹ ہے۔تم بے شمار اختلاف رکھنے پر بھی ایک ہی رشتۂ عبودیت میں جکڑے ہوئے ہو۔۔۔تمام نسل انسانی تمہارا گھرانہ ہے اور تم سب ایک ہی رب العالمین کی بندیاں ہو۔۔۔جب اصل مقصد سب کا ایک ہے تو محض ظواہر و اعمال کے اختلاف سے کیوں ایک دوسرے کے مخالف و معاند ہو؟ کیوں ہر گروہ دوسرے گروہ کو جھٹلائے؟ کیوں مذہبی سچائی کسی ایک ہی نسل و گروہ کی میراث سمجھیں؟۔۔۔خدا نے تمھیں ایک ہی جامۂ انسانیت دیا تھا۔لیکن تم نے طرح طرح کے بھیس اور نام اختیار کر لیے اور رشتۂ انسانیت کی وحدت سینکڑوں ٹکڑوں میں بٹ گئی۔[۱۷]

مولانا آزاد مغربی تحریکات کے مخالف تھے۔کیوں کہ نسائی تحفظ کی نقلی ہمدردی سے ہی مضر اثرات مرتب ہو رہے تھے، خواتین بچوں کی تربیت اور گھریلو فرائض انجام دینے میں شرم محسوس کر رہی ہیں، کال گرل یا ایٹم گرل بننے میں فخر محسوس کر رہی ہیں۔اس طرح کی تحریکات سے پست درجہ ہو رہی ہیں، یورپ عورت کو استحصال کا سامان بنا رہا ہے، غیر شائستہ عورت کو مولانا عورت نہیں سماج پر داغ اور کوئی مسخ شدہ ایڈیشن سمجھتے ہیں۔اسے روح سے خالی لاشے ایک خوبصورت کھلونا تصور کرتے ہیں۔لکھتے ہیں'اگر یورپ نے مساوات انسانی کا راز پا لیا ہے تو اب تک بادشاہ و رعیت کے حقوق و امتیازات میں یہ فرق کیوں ہے؟'[۱۸] اگر واقع مساوات کی بات کرتے ہیں تو ہر لحاظ سے مساوی

حقوق ادا کریں نا کے ایر ہوسٹیس، نرس، پراوئیٹ سیکریٹری، ریسپ شنیسٹ یا کسی بھی اشتہار میں سوائے خوبصورت خواتین کے کسی کی بحالی نہیں کی جاتی آخر کیوں؟ اس طرح کے آزاد خیال پر مولانا کے اعتراضات ہے۔ خلاف عدل کی تکذیب کرتے ہیں۔ اور دارخواست کرتے ہیں" میں ہر ایک مسلمان مرد اور عورت سے اسلام کے نام پر درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس بارے میں اس ملک کی دوسری قوموں کے بنسبت تیزی کے ساتھ میدان عمل کی طرف قدم بڑھائیں۔ کوئی مسلمان مرد یا عورت کوئی بھی غیر ملکی کپڑا پہنے نظر آئے گا تو وہ اسلام کا دشمن سمجھا جائیگا'۱۹ اس طرح مولانا جو چیز اسلام کے خلاف ہے اس قطعی انکار کرتے تھے۔ جیسے ان کے تاویلات ہو یا ملبوسات یا دیگر بیرونی چمک دمک ہو۔ مولانا کی خواہش کے مطابق خلافِ اسلام بائیکاٹ کر دیا گیا۔ اور یہ اعلان کرتے ہیں 'ہماری لڑائی اس لیے ہے کہ ہم اس امر کی ضمانت حاصل کرلیں کہ یورپ کی چھوٹی قومیں آئیندہ اپنی آزادی کو بے جا زیادتیوں کی دھمکیوں سے بالکل محفوظ پائیں گی'۲۰

غرض مولانا فخر و مسرت کے ساتھ با آواز بلند علی الاعلان کہا کرتے تھے "میں مسلمان ہوں اور فخر کے ساتھ محسوس کرتا ہوں کہ مسلمان ہوں۔ اسلام کی تیرہ سو برس کی شاندار روایتیں میرے ورثے میں آئی ہیں۔ میں تیار نہیں کہ اس کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا حصہ بھی ضائع ہونے دوں۔ اسلام کی تعلیم، تاریخ، علوم وفنون اور تہذیب میری دولت کا سرمایہ ہے۔ میرا فرض ہے اس کی حفاظت۔۔۔ فخر کے ساتھ محسوس کرتا ہوں کہ میں ہندوستانی ہوں۔۔۔ اپنے اس دعویٰ سے کبھی دست بردار نہیں ہوسکتا۔۲۱ مولانا کی اتنی نفرت کے کئی وجوہات ہیں لیکن اس کے یہ چند نمونے ہیں پروفیسر رویمبرے اٹھارہ برس سے تیس برس تک ترکوں کا نمک کھایا اور عثمانی خواہ دوست کے سرائے یلدیز کی شاہانہ مہمان نوازیوں سے متمتع ہوتا ہے لیکن وہ کہتا ہے 'اسلام کی حمایت سے اب کوئی فائدہ نہیں، عنقریب فنا ہوجائے گا۔ اس کو فنا ہی ہونا چاہیے۔ مسلمان ایک ایسی وحشی قوم ہے۔۔۔ پروفیسر مکین ہارڈن لکھتا ہے اب اور کب تک اسلام کو آزاد چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ اپنی ہزار سالہ وحشت وخونخواری کے واقعات بیسویں صدی میں دہراتا رہے؟۲۲ اتنے تنگ ذہن ہو چکے تھے۔ پھر بھی مولانا انسانیت کو ترجیح دیتے تھے۔ کیوں کہ وہ نہیں چاہتے تھے کسی وجہ سے جنگیں ہوں وہ کہتے ہیں 'بے شمار انسانوں کی قربانیاں دی جاتی ہیں۔ اور خون کی ندیاں بہتی ہیں۔ عورتیں بیوہ، بچے یتیم اور والدین زندہ درگور ہوجاتے ہیں۔ جب کہیں جا کر ایک چھوٹا سا انقلاب تکمیل کو پہنچتا ہے۔۲۳ اس کے بر

خلاف اگران کی ذات گرامی پر نقصان دہ حالات در پیش آ جائیں تو ہر غم کو مسکر کر بڑی آسانی سے سمجھوتا کر لیتے تھے۔ جیسے انہوں نے خودنوشت میں لکھا ہے 'نواب جہانگیر خاں نے انہیں زہر دینا چاہا۔ایک روز جب بیگم خود اپنے سامنے سے کھانے کی قابیں اٹھا اٹھا کر مولانا کے سامنے رکھتی تھی کہ ایک پلیٹ مزعفر کی بیگم نے ان کے سامنے اٹھا کے رکھی۔اسی میں درحقیقت زہر تھا۔مولانا کو کسی طرح یہ مکیدہ معلوم ہو گیا،انہوں نے وہ قاب اٹھا کر نواب جہانگیر خاں کی طرف یہ کہتے ہوئے بڑھائی نواب صاحب یہ آپ کے کھانے کی چیز ہے!نواب پر اس بات کا از حد اثر پڑا۔اس نے اسے ان کی کرامت تصور کیا۔بے اختیار کانپنے لگا اور اسی وقت قدموں پر گر کر صدق دل سے تمام معاصی وفسوق سے توبہ کی۔۲۴؎ مولانا صرف مسلمان خواتین کے حقوق کی ہی اہمیت نہیں بلکہ وہ پورے عالمی اقوام کے علمبردار تھے۔ انہوں اپنے اخبار الہلال میں ایک حقیقی مضمون لکھا جس کا موضوع 'ہسڈ روبال کی بیوی کی تقریر' تھا اس میں ایک حسین انکھوں سے غیظ وغضب کی چنگاریاں نکل رہی تھیں۔وہ پہلے بھی حسین تھی لیکن اس وقت عزت واستقامت اور عظمت وحیرت کے حسن معنوں نے اس کے اندر فرشتوں کی سی ایک ہی ہیبت جمیل پیدا کر دی تھی۔ان حالات میں اس کے چھوٹے بچے اگلے حالات سے بے خبر تھے اس کی چھاتی سے لپٹے ہوئے تھے۔یہ مظلوم خاتون کی دردناک کیفیت اور اس کے بیان کو مولانا نے اپنی تحریر سے وضاحت کی اس طرح کی 'اے ہنسڈ روبال!اے خائنِ ملت!اے شقی روسیا! اے وہ کہ تو نے اپنی قوم اپنے مقدس وطن اور اپنے دیوتاؤں سے بے وفائی کی!یاد رکھ کہ قرطاجہ کی جلی ہوئی دیوروں کی خاک کا ہر ذرہ تجھ پر لعنت بھیج رہا ہے اور قیامت تک کے لیے تیری روح سفیہہ اور ہستی نجس پر انسانوں کی پھٹکار ہوگی!تو نے اپنوں کو فاقہ موت کی حالت میں چھوڑ کر غیروں کی اطاعت کر لی!تو نے اپنی اس جماعت کو چھوڑ کر جو تیرے قدموں پر سر رکھے ہوئے تھی۔اس روم کے ملعون ظالم قدموں تلے جگہ ڈھونڈھی۔تو نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا۔ تاکہ فاقہ وتشنگی سے ہلاک ہو اور روٹی کے ایک ایک ٹکڑے اور پانی کے ایک کوزے کے لیے غیر قوموں کی قدامت کریں کھانے کے لیے چلا آیا!بتلا کہ تو نے دیوتاؤں کی مقدس قسم،قوم کی وفاداری اور وطن کی محبت کو بیچ کر کیا پایا؟اس حیات فانی کی چند گھڑیاں میں جو ممکن ہے کہ ابھی ہی ختم ہو جائیں؟۔۔۔۔کیا ظالم رومی تیرے سر پر رومتہ الکبریٰ کے تخت کا تاج رکھ دیں گے؟تیری زندگی تیری قوم کے کام نہ آسکی تو نے آرام وراحت کے لیے اپنی قوم اور اپنے ملک سے بے وفائی کر لی۔۔۔پھر بتلا کہ جب تو مجھے اور اپنے بچوں کو آگ میں جلتا ہوا موت کے احتضار سے

تڑپتا ہوا دیکھے گی تو تیرے پاس کیا عذر ہوگا؟ کون ہے جو تجھ کو اس معائنۂ تہذیب اور اس نظارۂ الم سے بچائے گا؟ یہ معبود رومی جس کے قدموں کی ٹھوکر کھانے کا تجھے فخر ہے۔ مولانا نے ان سوالات کو اس کردار سے اٹھا کر یہاں جو دیگر قوموں کی فطرت ہے۔ اس چیز کو اجار کرنے کوشش کی ہیں۔ ان کا عینی نقطہ یہ بھی تھا کہ جن ترقیافتہ ملکوں کو دیکھ کر خواتین سے آزاد اور صنفی درجہ مساوی سمجھنے کی جو بھول ہو رہی ہیں وہی دھوکا ہے۔ اسی طرح ایک جگہ رقم کیا ہے 'شہداء ملّت کی یاد میں آخری قطرۂ اشک' یہ مضمون اس تصنیف کا آخری حصہ ہے جس میں ایک تشدد سے گھری عورت کی داستان ہے 'اس کی بیوی نے ایک مرتبہ قرطبہ کے جلے ہوئے کھنڈر کو جی بھر کے دیکھا، پھر اپنی قوم اور اپنے ملک کی یاد میں ایک آخری قطرۂ اشک بہایا، اس کے بعد اپنے دونوں بچوں کا گلا گھونٹ کر آگ میں ڈال دیا اور ان کے بعد خود بھی آگ میں کُود کر اس کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں رُوپوش ہوگئی!!۲۵؎ مولانا ہر قوم کی خواتین کی تکالیف سے واقف تھے اسی لیے انہوں صحافت کے ذریعہ پوری انسانیت کی حمایت کی۔ پروفیسر وہاب قیصر نے رقم کیا ہے مولانا اپنی گرفتاری کے بعد ہندوستانی عوام کے نام ایک پیغام بھیجا 'ہماری فتح مندی کی تمام بنیادیں ہندو مسلمان کا کامل اتفاق، امن، نظم اور قربانی یا اس کی استقامت' اس طرح خواتین سے متعلق حسین جذبات شامل تھے۔ ان سے مخاطب بھی مناسب الفاظ سے ہونے کی تاکید کی۔ کیوں کہ مولانا کو زبان و بیان میں بھی بڑی نفاست تھی انہوں نے لفظ مسز کے صحیح بدل بیگم سے متعلق لکھا ہے' آج کل جب لوگوں کو 'مسز' کی جگہ کسی موزوں لفظ کی جستجو ہوتی ہے تو 'بیگم' کا لفظ سامنے آتا ہے اور عام طور پر بولا جانے لگا۔ اب چونکہ زبان نے قبول کرلیا ہے۔ تو ٹھیک ہے چلنے دیا جائے ورنہ 'مسز' کے لیے 'بیگم' سے زیادہ موزوں 'خانم' تھا۔ 'بیگم' کو 'لیڈی' کی جگہ رہنے دیا جاتا آج کل اس قدر کثرت سے استعمال کیا جا رہا ہے پھر بھی امارت کی اس قدر تیز بُو اس میں بس گئی تھی کہ اب بھی سونگھی جا سکتی ہے! دراصل 'لیڈی' کی طرح 'بیگم' بھی چنڈول عہد کے امتیازات کی یادگار ہے۔ جمہوریت وعمومیت کی روح کے ساتھ ایسے تلقب جمع نہیں ہو سکتے۔" ان کی لفظی باریکی ہو یا زندگی کے تجربات کی لطافت ہر جگہ انہوں نے صنف کی بے حد قدر کی ہے۔ چاہے انسان ہوں یا پرندے سب سے محبت کرتے تھے جس کا عکس پروفیسر وہاب قصر نے اپنی تصنیف 'مولانا آزاد کی سائنسی بصیرت' کے 'غبار خاطر: سائنس کے تناظر میں' مضمون میں تفصیلی بحث کی ہیں اور آخر میں ماہر طیوریات ڈاکٹر سالم علی کے لکچر نے جن خیالات کا اظہار کیا تھا رقم کیا ہے ان متذکرہ معلومات کی روشنی سے معلوم ہوتا ہے وہ شاعری،

نثر یا خطوط ہر جگہ ان کی نفاست اور انسان دوستی ملتی ہے۔ وہ خواتین کو بھی اعلیٰ تعلیم دینے کے قائل تھے۔

ان افکار سے متاثر ہو کر مالک رام نے لکھا' مولانا آزاد ہماری قوم کے محسن تھے۔ مذہب، سیاست، صحافت اور علم و ادب میں انھوں نے جو ذخیرہ اپنی یادگار چھوڑا ہے، وہ ہماری قومی ورثے کا بیش بہا حصہ ہے اور ہم کسی طرح ان کے احسان سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔" یہ قابل احترام شخصیت اب ہمارے بیچ نہ رہی لیکن ان کی خدمات، تاویلات، مشاہدات اور تجربات سے ہمیشہ نسل در نسل کے استفادہ ہوتا رہے گا۔

☆☆☆☆☆

حوالہ جات

۱۔ خلیق انجم، مرتبہ، مولانا ابوالکلام آزاد شخصیت اور کارنامے۔ ۱۹۸۶ء، اردو اکادمی، دہلی، ص ۲۴

۲۔ مولانا ابوالکلام آزاد، خودنوشت، ۲۰۰۲، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ص ۱۴۵

۳۔ عبداللطیف اعظمی، معترضینِ ابوالکلام آزاد، علمی ادارہ، ذاکر نگر، نئی دہلی، مارچ ۱۹۹۰، ص ۲۴

۴۔ مضمون نگار، مخمور سعیدی، مولانا ابوالکلام آزاد اور سیکولرزم، اردو دنیا، جلد ۵، شمارہ -۱۲ دسمبر ۲۰۰۳، نئی دہلی، ص ۱۱

۵۔ ابوالکلام آزاد، انتخابِ الہلال، جون ۱۹۹۷ء، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، ص ۷

۶۔ شرافت حسین مرزا، ڈاکٹر، اردو ادب میں مولانا ابوالکلام آزاد کا حصہ اور مرتبہ، مرتبہ، شائستہ نگیں، ۲۰۰۵، طباعت، مسلم ایجوکیشنل پریس، بنی اسرائیلان، علی گڑھ، ص ۲۰-۲۱

۷۔ مولانا ابوالکلام آزاد، اسلام کا نظریۂ جنگ، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۱۹۸۸ء، ص ۶۸

۸۔ ابوالکلام آزاد، مترجم، مسلمان عورت، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، جون ۱۹۸۷ء نئی دہلی، ص ۱۳-۱۴ (مقدمہ)

۹۔ منی بھوشن کمار، مولانا آزاد کی نگاہ میں عورتوں کا مقام، ماہنامہ اردو دنیا نومبر ۲۰۰۹ء، نئی دہلی۔ ص ۱۶

۱۰۔ ابوالکلام آزاد، مترجم، مسلمان عورت، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، جون ۱۹۸۷ء نئی دہلی، ص ۲۲۵-۲۴۰

۱۱۔ منی بھوشن کمار، مولانا آزاد کی نگاہ میں عورتوں کا مقام، ماہنامہ اردو دنیا نومبر ۲۰۰۹ء، نئی دہلی۔ ص ۱۵-۱۹

۱۲۔ منی بھوشن کمار، مولانا آزاد کی نگاہ میں عورتوں کا مقام، ماہنامہ اردو دنیا نومبر ۲۰۰۹ء، نئی دہلی۔ ص ۱۷

۱۳۔ منی بھوشن کمار، مولانا آزاد کی نگاہ میں عورتوں کا مقام، ماہنامہ اردو دنیا نومبر ۲۰۰۹ء، نئی دہلی۔ ص ۱۸

۱۴۔ ابوالکلام آزاد، حقیقت الزکوٰۃ، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، ص ۵۵-۵۶

۱۵۔ محمد اسلم شیخپوری، مولانا، ندائے منبر و محراب، صدق پبلشرز، کراچی، جنوری ۲۰۰۵ء، ص ۳۷۰ (جلد اول)

۱۶۔ رشید الدین خان، ابوالکلام آزاد ایک ہمہ گیر شخصیت، ادارہ ترقی اردو بیورو، دہلی، ص ۶۴۲

۱۷۔ رشید الدین خان، ابوالکلام آزاد ایک ہمہ گیر شخصیت، ادارہ ترقی اردو بیورو، دہلی، ص ۲۵۳-۲۵۴

۱۸۔ مولانا ابوالکلام آزاد، طنزیاتِ آزاد، فروری/ ۱۹۸۷ء، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، ص ۱۴۱

۱۹۔ سلسلہ ابوالکلام آزاد صدی تقریبات انتخابِ مدینہ بجنور، مرتبہ، سید محمد عقیل رضوی، پروفیسر، ۱۹۸۸ء، اتر پردیش اردو اکادمی، لکھنؤ، ص ۶۲-۶۳

۲۰۔ مولانا ابوالکلام آزاد، تحریکِ آزاد، ۱۹۹۸ء، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، ص ۱۴۴

۲۱۔ مولانا ابوالکلام آزاد، خودنوشت، ۲۰۰۲ء، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ص ۳۰۸-۳۱۹

۲۲۔ مولانا ابوالکلام آزاد، نگارشاتِ آزاد، ۱۹۸۸ء، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ص ۱۰۲-۱۰۳

۲۳۔ محمد شجاعت علی، ڈاکٹر، مشمولہ، مولانا ابوالکلام آزاد، مضمون 'مسلمان دنیا کا نقشہ بدل سکتے ہیں بشرطیکہ اپنے دلوں کو خدائی طاقت کا مرکز بنالیں' مرتبہ، افکارِ آزاد، نومبر ۲۰۰۹ء، مرکز برائے اردو زبان ادب وثقافت، حیدرآباد، ص ۱۰۲-۱۰۶

۲۴۔ مولانا ابوالکلام آزاد، خودنوشت، ۲۰۰۲ء، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ص ۵۵

۲۵۔ ابوالکلام آزاد، انتخابِ الہلال، جون ۱۹۹۷ء، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، ص ۳۸۴

☆☆☆

رابطہ:

جاں نثار معین

ویمنس ایجوکیشن

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی

گچی باؤلی حیدرآباد۔500032

تلنگانہ۔انڈیا

(فون نمبر:9394578313)

اِی میل: jannisarmoin1@gmail.com